تبصرہ کتب

مصنف: جہاں آرا حبیب اللہ
کتاب: زندگی کی یادیں ریاست رام پور کا نوابی دَور
پبلشر: اوکسفرڈ یونیورسٹی پریس، کراچی
اشاعت: ۲۰۰۳ء
صفحات: ۱۱۸
قیمت: ۲۹۵ روپے
تبصرہ نگار: فرح گل بقائی

انسانی تاریخ سب لوگوں کے لئے یکساں دلچسپی کا باعث ہے۔ انسان کو ہمیشہ یہ تجسس رہتا ہے کہ پہلے زمانے کے لوگ کیسے رہتے تھے؟ کیا کھاتے پیتے تھے؟ کیسا لباس پہنتے تھے؟

ہندوستان کی تاریخ جب بھی لکھی اور پڑھی جائے گی تو یہ خواہش بھی برابر رہے گی۔ کہ یہاں کے مختلف ریاستوں کا کیا بود و باش تھا، اُن کی عورتیں کیسی تھیں، کیونکہ وہ پردے میں رہتی تھیں۔ اِس لئے اُن کے بارے میں لوگ کم ہی جانتے ہیں اور اِس نہ ہونے کے برابر معلومات کی وجہ سے لوگ اُن کے بارے میں غلط فہمی کا شکار رہتے ہیں جیسے یہ خواتین سوچنے سمجھنے اور زندگی کے معاملات میں دخل اندازی سے عاری تھیں۔ جو کھلا دیا کھا لیا جو پہنا دیا پہن لیا۔ اپنی سوچ، دلچسپی، اچھے بُرے، بات چیت سے خدانخواستہ مبرّا تھیں۔

جہاں آرا جیب اللہ کی کتاب ریاست رام پور کی خواتین کی زندگی کا عکس پیش کرتی ہیں۔

پردے کے پیچھے بھی زندگی کے تمام رنگ موجود ہیں۔ خواتین روز مرہ زندگی کے معاملات میں سرگرمِ عمل تھیں۔ کچھ نہ کچھ پابندیاں تھیں جن کا اُن کو قلق بھی تھا، مگر جہاں اُن کو موقع ملتا ہے وہاں وہ بھرپور انداز میں اپنے ہونے کا اظہار بھی کرتی تھیں۔ بیگم حبیب اللہ کی یہ کتاب اگرچہ ان کی زندگی کی یادوں پر مشتمل ہے لیکن دراصل یہ صدیوں کے طرز زندگی اور رسوم کا احاطہ کرتی ہے۔ کتاب میں تصاویر کا ایک نایاب ذخیرہ بھی شامل ہے، جس نے بیسویں صدی کے نصف اول کے طرز لباس اور

روایات کو محفوظ کر لیا ہے۔

یہ کتاب برطانوی ہند کے نواب خاندانوں کے طرز زندگی کی ایک نایاب جھلک پیش کرتی ہے۔ روایات، موسیقی، رقص، شاہی پکوان اور ادب کے حوالوں سے مزین ہے۔ یہ تذکرہ ایک ایسی دُنیا کا دلچسپ بیان ہے جو مغلوں کے عہد سے لے کر تقسیم برصغیر تک قائم رہی۔

بیگم جہاں آرا حبیب اللہ کا دلچسپ اسلوب بیاں قاری کے ذہن میں اِس قدیم دنیا کے خیرہ کن نقش اُبھارتا ہے، جو آہستہ آہستہ جدید دنیا سے نا پید ہوتے جا رہے ہیں۔ انہوں نے ایک نواب خاندان میں آنکھ کھولی، جہاں امیرانہ اور پُر تکلف زندگی کے ٹھاٹھ باٹھ تھے۔ انہوں نے پرانی دلّی کا طرز زندگی بھی دیکھا۔ اس کتاب میں جہاں آرا کے بہنوئی والئی رام پور کی تاجپوشی کی پُروقار تقریب کا احوال بھی ہے، جہاں سجے سجائے ہاتھی اپنی سونڈیں اُٹھا اُٹھا کر سلامی دے رہے تھے۔

یہ کتاب اَسّی سال کی عمر سے متجاوز ایک ایسی معمر خاتون کی تحریر کردہ تصنیف ہے، جنہوں نے ساری زندگی سوائے اپنی بہنوں کو طویل خطوط لکھنے کے کبھی کوئی چیز نہیں لکھی۔ وہ اپنی کتاب میں اپنے یورپ کے سفر کا حال بیان کرتی ہیں، جب کہ ان کی عمر صرف پندرہ برس تھی۔ انہوں نے اِس زمانے کے مشہور ہل اسٹیشن مسوری میں گزارے ہوئے ایام کا بھی تذکرہ کیا ہے، جہاں ہندوستان سے والیان ریاست اور انگریز باشندے آیا کرتے تھے۔ دوسری طرف اِس کتاب میں انہوں نے اپنے بھائیوں اور بہنوں کی شخصیتوں کا تعارف کراتے ہوئے ان کی زندگیوں کی بھی جھلکیاں دکھائی ہیں۔ ان میں ان کے بھائی صاحبزادہ محمد یعقوب خان بھی شامل ہیں جو ایک ممتاز جنرل، سفارتی ماہر اور مسلسل نو برس تک پاکستان کے وزیر خارجہ کے منصب پر فائز رہے۔

۱۹۴۲ء میں بیگم جہاں آراء کی شادی حبیب اللہ سے ہو گئی تھی، جن کا تعلق اودھ کے تعلق داروں سے تھا۔ ان کے والد شیخ محمد حبیب اللہ، جو سیدن پور کے تعلقہ دار تھے، لکھنؤ یونیورسٹی کے وائس چانسلر بھی رہے۔ اشاعت صاحب کی والدہ مسلم لیگ کے ٹکٹ پر ۱۹۳۷ء میں یو پی اسمبلی کی رکن منتخب ہوئیں۔ انہوں نے ہی مسلم لیگ میں خواتین کے شعبہ کی بنیاد رکھی اور وہ خود ہی اس کی پہلی صدر بنیں۔ بعد میں اُن کی بیٹی تزئین فریدی نے آل پاکستان ویمن ایسوسی ایشن (اپوا) میں بھرپور جوش وخروش سے حصہ لیا۔ وہ ایک سماجی کارکن کے طور پر معروف ہوئیں اور پاکستان میں صوبائی وزیر کے منصب پر پہنچیں۔

بیگم جہاں آراء کی یہ روایتی دنیا تقسیم کے وقت راتوں رات قصہ پارینہ بن گئی۔ بعد کے دور

میں انہوں نے اپنے شوہر اشاعت حبیب اللہ کے ساتھ مل کر ایک نئی زندگی کا آغاز کیا، جو ایک عہد نو سے تعلق رکھتی تھی۔اشاعت حبیب اللہ نے پاکستان کی صنعتی ترقی میں اہم کردار ادا کیا۔

مصنفہ بیگم جہاں آراحبیب اللہ صاحب ریاست رامپور میں ۱۹۱۵ء میں پیدا ہوئیں۔ ان کی کتاب زندگی کی یادیں ، ایک افسانوی دنیا کی ایک منفرد اور دلچسپی جھلک دکھاتی ہے۔ مصنفہ کا تعلق ایک ایسے خاندان سے ہے جس نے برصغیر کی تاریخ میں دو صدیوں سے اہم کردار ادا کیا ہے۔ ان کی دکھائی ہوئی جھلکیوں سے ایسے مناظر سامنے آتے ہیں جن سے ماضی اور حال کے کئی رشتے عیاں ہو جاتے ہیں۔

بیگم جہاں آرا حبیب اللہ صاحب کے اجداد کا تعلق روہیلا (یوسف زئی) نسل سے ہے۔ ان میں نواب نجیب الدولہ جیسی ہستیاں شامل ہیں۔ نواب صاحب وہ شخصیت ہیں جو اٹھارھویں صدی میں مغل سلطنت کی بقاء کے لیے کی جانے والی جدوجہد میں بنیادی ستون کی حیثیت رکھتے تھے۔

مصنفہ کی والدہ کا تعلق لوہارو کے مشہور ادبی و حکمران خاندان سے تھا۔ اِس خاندان کی رشتہ داری اور قریبی روابط عظیم اُردو شاعر مرزا اسد اللہ غالب سے رہے ہیں۔

اِس کتاب میں مصنفہ نے رامپور کے نواب حضرات، فن و ادب، موسیقی کے دلدادہ اوران کی سرپرستی کے لیے مشہور تھے۔ انہوں نے اہل علم حضرات اور شعراء کی اپنے دربار میں پذیرائی کی۔ ان شعراء میں غالب کے پایہ کے حضرات شامل تھے۔ یوں رامپور کے والیانِ ریاست دہلی اور لکھنؤ کے علمی سرمایہ کی حفاظت اور آبیاری کرتے رہے۔ یہ دونوں شہر علم و فکر کے مشہور ترین مراکز تھے۔ اور ۱۸۵۷ء میں انگریز حکمرانوں کے خلاف موقف اختیار کرنے کی پاداش میں ان کو انگریزوں کی انتقامی کارروائی کا نشانہ بننا پڑا۔